INTERNATIONAL JOURNAL OF SOCIAL SCIENCES BULLETIN
ISSN: (E) 3007-1917 (P) 3007-1909
Volume 4, Issue 3, 2026

برصغیر کی تعلیمی ترقی میں دارالعلوم دیوبند کا کردار: ایک تجزیاتی مطالعہ

THE ROLE OF DARUL ULOOM DEOBAND IN THE EDUCATIONAL DEVELOPMENT OF THE SUBCONTINENT: AN ANALYTICAL STUDY

Dr Fayyaz Ahmad Farooq[*1], **Rizwana Akbar**[2]

[*1]*Assistant professor Department of Islamic studies University of Southern Punjab Multan*
[2]*MPhill schola Department of Islamic studies University of Southern Punjab Multan*

Corresponding Author: *
Dr Fayyaz Ahmad Farooq
DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.21484862

Received	Accepted	Published
01 January 2026	17 March 2026	31 March 2026

ABSTRACT

This research article presents an analytical study of the role of Darul Uloom Deoband in the educational development of the Indian subcontinent. Founded on May 30, 1866, by Maulana Muhammad Qasim Nanotavi and Maulana Rashid Ahmad Gangohi, Darul Uloom Deoband emerged as a multifaceted movement rather than merely a religious seminary. The study employs a historical-analytical methodology.The research identifies that Deoband served a dual purpose: outwardly an educational institution, but inwardly a resistance movement against British colonialism. Maulana Nanotavi himself stated that "education was a veil over the real objective" of freedom struggle. The study examines Deoband's educational innovations including the introduction of Urdu as medium of instruction, the public donation system, and modern organizational structure.The findings reveal that while Deoband successfully preserved Muslim identity and created a parallel educational system, contemporary madrasas have drifted from the founders' original vision. Current institutions focus solely on traditional teaching while ignoring the political and social consciousness emphasized by Sheikh-ul-Hind Maulana Mahmood-ul-Hasan. The study recommends curricular reforms, inclusion of the founders' writings, and revival of the holistic approach that combines religious education with social engagement. Deoband's legacy remains relevant as a model of how educational institutions can serve both academic and national liberation purposes

Keywords: *Darul Uloom Deoband, Educational Development, Resistance Movement, British Colonialism*

تعارفی پس منظر:

جنوبی ایشیاء کی اسلامی اور سیاسی تاریخ میں تحریک دار لعلوم دیوبند ایک ایسی ہمہ گیر اور کثیر الجہت تحریک کے طور پر ابھری جس نے نہ صرف مسلمانوں کی مذہبی و علمی تشخص کی حفاظت کی بلکہ برطانوی استعمار کے خلاف ایک طاقتور اور منظم مزاحمتی استعارہ بھی بنی۔

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں:

''اس وقت بنیادی نقطہ نظر یہ قرار پایا کہ مسلمانوں کے دینی شعور کو بیدار رکھنے اور ان کی ملی شیرازہ بندی کے لئے ایک دینی و علمی درسگاہ کا قیام ناگزیر ہے''۔[1]

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا قیام محض ایک تعلیمی ادارے کے طور پر نہیں تھا بلکہ یہ مسلمانوں کی ملی شناخت اور دینی شعور کو بیدار رکھنے کا ایک منصوبہ تھا۔ "ملی شیرازہ بندی" کے الفاظ بتاتے ہیں کہ بانیان کو مسلمانوں کے اجتماعی زوال کا شدید احساس تھا۔

مولانا قاسم نانوتوی خود ایک جگہ فرماتے ہیں:

''ہم نے دارلعلوم کے اصل مقصد پر درس و تدریس اور علوم اسلامی پر دہ ڈال دیا ہے''۔[2]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آزادی کی جدوجہد دارالعلوم کا اصل مقصد تھا اور درس و تدریس کو اس پر پردہ بنایا گیا تاکہ برطانوی حکومت کی براہِ راست کارروائی سے بچا جا سکے۔ یہ دیوبند کے مزاحمتی کردار کی سب سے مضبوط دلیل ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے نہ صرف ایک تعلیمی ادارے کے طور پر کام کیا بلکہ ایک مکمل تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ یہ تحریک علمی، مذہبی، سیاسی اور سماجی پہلوؤں پر محیط تھی۔

موضوع تحقیق کا پس منظر (Background of the Study)

1857 کی جنگِ آزادی کے بعد برطانوی حکومت نے مسلمانوں کو ریاستی مخالف قرار دے کر ان کے تعلیمی و معاشی وسائل ختم کر دیے۔ فارسی (جو مسلمانوں کی عدالتی زبان تھی) کو ختم کر دیا گیا۔ مسلمانوں کے پاس نہ کوئی سیاسی قوت تھی اور نہ کوئی متبادل تعلیمی نظام موجود تھا۔ اس پس منظر میں دیوبند کے بانیوں نے محسوس کیا کہ اگر مسلمانوں کی مذہبی و ملی شناخت کو بچانا ہے تو ایک ایسا تعلیمی نظام وضع کرنا ہو گا جو مسلمانوں میں دینی شعور بیدار کرے، استعمار کے خلاف مزاحمت کی روح پیدا کرے اور عام مسلمانوں کو ان کی مادری زبان (اردو) میں تعلیم فراہم کرے۔

تحقیقی خلا (Research Gap)

دارالعلوم دیوبند پر بے شمار کتب و مقالات لکھے گئے ہیں، تاہم مندرجہ ذیل پہلوؤں پر اب بھی تحقیقی خلا موجود ہے:

[1] رضوی، سید محبوب، تاریخ دارالعلوم دیوبند، لاہور: المیزان، 2005ء جلد 1 ص 169

[2] ماہنامہ، الولی، حیدرآباد، شمارہ 11، 1991ء جلد 14 ص 27، رضوی، سید محبوب، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد دوم، 1981ء، ص 112

۱۔ تعلیمی ترقی کے تناظر میں دیوبند کے کردار کا علیحدہ تجزیہ بہت کم کیا گیا ہے۔

۲۔ دیوبند کے موجودہ مدارس اور بانیان کے اصل مقاصد کے درمیان فرق پر کوئی تفصیلی تحقیقی کام موجود نہیں۔

۳۔ تعلیمی و مزاحمتی پہلوؤں کے امتزاج کو سمجھنے کے لیے ایک جامع تحقیقی فریم ورک کی کمی ہے۔

۴۔ جدید عصری تقاضوں کے ساتھ دیوبندی تعلیمی نظام کی مطابقت پر کوئی اہم تحقیق نہیں ہوئی۔

اس تحقیقی آرٹیکل میں اسی خلا کو پر کرنے کی کوشش کی جائے گی ۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ(Literature Review)

متعدد مسلم محققین نے دارالعلوم دیوبند پر تحقیق کی ہے۔ ان میں نمایاں درج ذیل ہیں:

سید محبوب رضوی نے تاریخ دارالعلوم دیوبند کے عنوان پر یہ کتاب دو جلدوں میں لکھی جس میں دیوبند کی جامع تاریخ، بانیوں کے بیانات اور پس منظر کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ میاں اصغر حسین نے دیوبند: ایک فکری و تاریخی جائزہ کے عنوان سے کتاب لکھی جس میں دیوبند کے سیاسی کردار پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ذوالفقار علی دیوبندی نے علمائے دیوبند اور تحریک آزادی کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں دیوبند کے علماء کی مزاحمتی سرگرمیوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ محمد قاسم ضیاء الحق نے دیوبند اور جدید تعلیم کے عنوان سے کتاب لکھی جس میں دیوبند کے تعلیمی نظام کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے مقاصد(Objectives)

مولانا قاسم نانوتوی نے جنگ آزادی کے بعد نامساعد حالات میں جو طریقہ کار وضع کیا، اس کے بنیادی اصول و مقاصد درج ذیل تھے:

۱۔ شاہ ولی اللہ کے اسلوب تدریس کی اساس پر دینی علوم و فنون کی طرف دعوت دینا

۲۔ عیسائیت اور ہندوؤں کی جانب سے اسلام کی حقانیت کو متاثر کرنا اور شکوک و شبہات پھیلانا

۳۔ کتاب و سنت کو مسلم و غیر مسلم طبقات میں پھیلانے کے لیے جدوجہد و کوشش کرنا

۴۔ قابض اور مسلط حکومت سے تعاون لیے بغیر دین اسلام کی بیداری کے لیے اپنا مال اور جان خرچ کرنا

۵۔ شاہ ولی اللہ کے فلسفے میں تجدید کر کے ہندوستان میں دین کے غلبے کی تحریک کو نئے رُخ پر ڈالنا

۶۔ قدیم علوم و فنون میں انتہائی عمیق غور و خوض کر کے اسے ہندوستان کے لوگوں کی ذہنیت کے قریب لانا

۷۔ ماہرین فلسفہ کی "مخصوص اصطلاحات" کو چھوڑ کر عام ہندوستانیوں کی زبان میں بات کرنا

۸۔ عدم تشدد کے اصول پر قائم رہتے ہوئے منظم علمی و فکری شعور بیدار کرنا[3]

ان مقاصد میں تجدید، اصلاح، مزاحمت اور عام فہم چاروں عناصر موجود ہیں۔ خاص طور پر "عدم تشدد کے اصول" کا ذکر بتاتا ہے کہ دیوبند نے ابتدا میں پر امن مزاحمت کو ترجیح دی، جبکہ بعد میں ریشمی رومال تحریک میں مسلح جدوجہد کا راستہ بھی اختیار کیا۔

علمی تحریک کے طور پر جائزہ

روایتی علوم یا علمی اعتبار سے دارالعلوم دیوبند نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فکری نظام کو اپنا رہنما بنایا۔ تحریک دارالعلوم دیوبند نے تعلیمی نظام میں متعدد جدید اقدامات کئے کے عام لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

عوامی چندہ کا انتظام

سلطنت اور مغل دور میں مذہبی مدارس کو شاہی دربار اور اشرافیہ کی سرپرستی حاصل تھی لیکن تحریک دیوبند نے شاہی سے فنڈز لینے کی بجائے عوامی عطیات کو ترجیح دی۔

"اس کے دوہرے اثرات تھے، ایک طرف مدد سے کو اپنے فیصلے آزادانہ طور طریقے پر لینے کی صلاحیت ملی اور دوسری طرف عام لوگ اس سے اپنا تعلق محسوس کرنے لگے"[4]

جدید تنظیمی ڈھانچہ

"اس تحریک نے اسلامی علوم خصوصاً تفسیر حدیث فقہ کی تدریس کو ایک نیا رخ دیا، ماخذات بتاتے ہیں کہ دارلعلوم دیوبند نے تعلیم کے روایتی طریقوں میں انقلابی تبدیلیاں متعارف کروائیں"۔[5]

دیوبند نے نہ صرف علوم کو فروغ دیا بلکہ طریقہ تدریس کو بھی بدلا۔ اس نے فلسفہ اور منطق کی بجائے نقلی علوم یعنی قرآن، حدیث اور فقہ کو ترجیح دی۔ دیوبند تحریک کا سب سے اہم پہلو یہ بھی تھا کہ اس نے علمی طور پر راویتی طرز مدارس کے برعکس جدید انتظامی طریقے اپنائے۔

باربرا امیٹکاف لکھتی ہیں:

---

[3] بہبود، حکیم محمد شریف، مولانا قاسم نانوتوی: حیات اور کارنامے، ملتان: کتب خانہ مدینہ، 2005ء، ص 34-36۔

[4] گیلانی، مناظر احسن، سوانح قاسمی، جند دوم، لاہور مکتبہ رحمانیہ، ص 223

[5] : ضیاء الحق، محمد قاسم، دیوبند اور جدید تعلیم: ایک تجزیاتی مطالعہ، کراچی: جامعہ علوم اسلامیہ، 2018ء، ص 56

دارالعلوم دیوبند کا قیام اسلامی مذہبی تعلیمی اداروں کی تاریخ میں ایک سنگ میل تھا۔ بانیان اور منتظمین نے تعلیمی، علمی اور انتظامی ڈھانچے کی نئی طرز وضع کی۔[6]

ایک مستشرقہ ہونے کے باوجود میٹکاف دیوبند کی تنظیمی جدت * کو تسلیم کرتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبند نے روایت اور جدت کو یکجا کیا۔

اردو کو تعلیمی ذریعہ بنایا

اس تحریک کے بنیادی مقاصد میں سے لوگوں کو دینی معلوم کی طرف راغب کرنے کے لیے اردو کو تعلیمی زبان کا درجا دیا۔ جس کی وجہ سے عام لوگوں کو سمجھنے اور سیکھنے میں آسانی ہو۔

"برصغیر کی اسلامی مذہبی تحریک دیوبند میں تعلیم کی تاریخ میں یہ ایک انقلابی فیصلہ تھا کہ دارالعلوم دیوبند نے عام لوگوں کی زبان اور مقامی اصلاحات کو مذہبی تعلیم کی فراہمی میں اہمیت دی، عربی اس وقت مذہبی اشرافیہ کی زبان تھی جبکہ فارسی زبان دربار کے بیوروکریٹس نے اپنائی تھی"۔[7]

یہ دیوبند کا سب سے بڑا سماجی انقلاب تھا۔ اس نے تعلیم کو اشرافیہ کی بندش سے نکال کر عوام الناس تک پہنچایا۔ اردو کو ذریعہ بنا کر دیوبند نے ایک نئی قومی زبان کو فروغ دیا۔

IEER
Institute for Excellence in Education & Research

مزاحمتی پہلو:

میدان شاملی کی وراثت (Resistance Aspect)

1857 کی عظیم بغاوت میں دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے دو معزز شخصیات، مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے استاد امداد اللہ مہاجر مکی کی قیادت میں برطانوی افواج کے خلاف بغاوت کی اور جنگ لڑی۔ انہوں نے برطانوی فوجیوں کو شکست دے کر مظفر نگر میں شاملی کے قصبے پر قبضہ کر لیا۔

[6] Metcalf, Barbara D., Islamic Revival in British India: Deoband, 1860–1900, Princeton University Press, 2002, p. 87

[7] قاسمی، محمد سلمان، دیوبند کی تعلیمی خدمات، دیوبند: شیخ الہند اکیڈمی، 2010ء، ص 78

"دیوبند کی بنیادی مزاحمت پر رکھی گئی تھی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے مطابق "دارلعلوم کے اصل مقصد کی آزادی کی جدوجہد پر درس و تدریس کا پردہ ڈال دیا گیا تھا تاکہ برطانوی حکومت کی براہ راست کروائی سے بچا جا سکے"۔[8]

مزاحمت کے تین مراحل

برطانوی سامراج کے خلاف جدوجہد اور حکمت عملی کو تین غالب رجحانات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

- 1857 کی بغاوت میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف عسکری جدوجہد کی۔
- ہندوستان میں برطانوی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے ریشمی رومال تحریک۔
- قومی سیاست جس کی نشاندہی سیاسی جماعت جمیعت علماء ہند کی بنیاد اور انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ تعاون سے ہوئی۔

تحریک ریشمی رومال

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب نے ہندوستان کو غیر ملکیوں سے آزاد کرانے کے لیے ایک زبردست انقلابی تحریک چلائی جس کو دیوولٹ کمیٹی کی رپورٹ میں "ریشمی رومال کی تحریک" کے نام سے موسوم کیا گیا، یہ تحریک بہت زیادہ موثر تھی لیکن راز میں نہ رہ سکی اور ناکام ہو گی۔

"انڈین نیشنل کانگریس کا نصب العین اس وقت تک حقوق طلبی سے آگے بڑھ پا رہا تھا، یہ حالات تھے جنہوں نے حضرت شیخ الہند کو ایک انقلابی تحریک کی داغ بیل ڈالنے پر مجبور کر دیا، انہوں نے مسلح انقلاب کے ذریعے سے برطانوی حکومت کا تختہ الٹ دینے کا ایک منصوبہ تیار کیا"۔[9]

یہ دیوبند کی تیسری مرحلے کی مزاحمت تھی۔ پہلے عدم تشدد، پھر تعلیمی پردہ، پھر مسلح انقلاب۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبند کی حکمت عملی حالات کے مطابق بدلتی رہی۔

تحریک دیوبند کے اندر سیاسی حکومت پر مختلف آراء پایے جاتے ہیں۔ ایک بڑا طبقہ جس کی قیادت مولانا حسین احمد مدنی کر رہے تھے، متحدہ قومیت اور ہندوستان کی آزادی کا حامی تھا، جس کی وجہ سے انہوں نے متحد ہندوستان میں رہ کر حقوق کی جنگ لڑی۔ دوسری طرف اشرف علی تھانوی، مولانا شیر احمد عثمانی جیسے کابرین نے مسلم لیگ اور قیام پاکستان کی حمایت کی۔ یہ فکری تغیر ثابت کرتا ہے کہ تحریک دیوبند میں جمہوری بحث اور اختیاری سوچ کی گنجائش موجود تھی۔ دونوں گروہوں کا حتمی مقصد اسلام کی سربلندی اور انگریز سے نجات پانے کی کوشش تھی۔

---

[8] حسین، میاں اصغر، دیوبند: ایک فکری و تاریخی جائزہ، لاہور: مکتبہ مرکز ادب، 2010ء، ص 67

[9] دین، مولانا محمد، تحریک ریشمی رومال، دیوبند: مکتبہ دیوبند، 1965ء، ص 23

دارافتاء اور سماجی تنظیم

تحریک دیوبند نے مسلمان کی روز مرہ کی زندگی کو منظم کرنے کے لیے دارافتاء کا نظام قائم کیا۔

"برطانوی قانون کے سائے میں مسلمانوں کی مذہبی اور سماجی زندگی کو منتشر ہونے سے بچانے کے لیے ان فتاوی نے ایک ڈھال کا کام کیا"۔[10]

دارالافتاء دیوبند کی سماجی انجینئرنگ کا اہم ذریعہ تھا۔ جب برطانوی عدالتیں مسلمانوں کے خلاف تھیں، تو فتاویٰ نے ایک متوازی قانونی نظام فراہم کیا۔ دارالعلوم دیوبند کا دار الافتاء سالانا ہزاروں فتاوی جاری کرنا ہے جس نے صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا کے مسلمان کو ایک ضابطہ عمل فراہم کیا گیا ہے۔

سیاسی جدوجہد میں فکری تنوع (Political Diversity)

شیخ الہند مولانا محمود الحسن فرماتے ہیں: "اسلام صرف عبادات کا قائل نہیں، بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی، سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل و مکمل نظام رکھتا ہے۔ جو لوگ زمانہ موجود کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں، وہ اسلام کے پاک و صاف دامن پر بدنما داغ لگاتے ہیں۔[11]

یہ شیخ الہند کا سیاسی شعور ظاہر کرتا ہے۔ وہ دین کی جامعیت پر زور دیتے ہیں اور سیاست سے کنارہ کشی کو دین پر داغ قرار دیتے ہیں۔ یہ وہی فکر ہے جس پر عمل نہ ہونے کے باعث آج مدارس مسائل کا شکار ہیں۔

تحریک دیوبند کے ذیلی اثرات

دیوبندی مکتب دلاصل اعتدال پسندی اور اصلاح معاشرہ کی حامل فکر ہے۔ تحریک دیوبند نے صرف ایک مدرسہ ہی پیدا نہیں کیا بلکہ تبلیغی جماعت جیسی عالمگیر غیر سیاسی تحریک بھی اس تحریک دیوبند کا شاخسانہ ہے۔ جس کی بنیاد مولانا محمد الیاس نے رکھی۔

"۲۵ جنوری ۲۰۰۸ء کو دیوبند منعقدہ "کل ہند انسداد دہشتگردی کانفرنس" میں تمام ممالک کے علماء نے متفقہ طور دہشت گردی کے خلاف فتویٰ جاری کیا"[12]

---

[10] دیوبندی، ذوالفقار علی، علمائے دیوبند اور تحریک آزادی، دیوبند: شیخ الہند اکیڈمی، 2015ء، ص 89

[11] محمود الحسن، مولانا، مکتوبات شیخ الہند، دیوبند: مجلس نشر و اشاعت، 1969ء، ص 45

[12] Akhtar, Muhammad Naveed. "Darul Ulum Deoband 93-94

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبند اعتدال پسند تحریک ہے۔ دہشت گردی کے خلاف فتویٰ دیوبندی علماء کی ذمہ دارانہ سوچ کو ظاہر کرتا ہے۔

علمی اور مزاحمتی تحریک کا امتزاج(Convergence)

مولانا قاسم نانوتوی کی وفات کے فوراً بعد دارلعلوم کے سرکردہ علماء میں اس کے بارے میں اس کے مقاصد کے بارے میں اختلاف رائے پیدا ہوا، کچھ ساتھیوں نے مناسب سمجھا کہ جشن اور سرگرمیوں میں صرف تعلیم و تعلم تک محدود رکھا جائے۔ جبکہ کچھ ساتھیوں نے بھرپور طریقے سے استقبال کیا کہ دیوبند مدرسے کا مقصد محض تعلیم دینا نہیں تھا بلکہ معاشرے کی اصلاح کرنا اور برصغیر کے مسلمانوں کو درپیش مسائل جو سیاسی اور قومی نوعیت کے تھے، ان کے لیے منتظم جدوجہد پیش کرنا اور برطانوی راج کے ظلم سے آزادی حاصل کرنا تھا۔

''دارلعلوم دیوبند نے ہمیشہ متعدد اختیارات اپنائے جو اکثر اپنی نوعیت میں متضاد تھے، اور چیلنجوں سے نمٹنے اور اپنے انصاف حاصل کرنے کے لئے متحرک حکمت عملی اختیار کی جس کی نے نہ صرف ان کو طویل مدتی بقا اور کامیابیوں کو یقینی بنایا بلکہ اسے مسلم دنیا یا کہیں اور اسلام کے فرقوں میں سے ایک میں تبدیل کر دیا''۔[13]

اس سے دیوبند کی لچکدار حکمت عملی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ "متضاد اختیارات" سے مراد یہ ہے کہ دیوبند نے کبھی تعلیم کو ترجیح دی، کبھی سیاست کو، کبھی مسلح جدوجہد کو۔ یہ بقا کی حکمت عملی تھی۔ ان سب باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند نہ تو محض ایک عملی تحریک تھی نہ ایک مزاحمتی تحریک، یہ دونوں کا ایک منفرد امتزاج تھا جس نے مختلف حالات میں مختلف حکمت عملی اختیار کی۔

تحریک دیوبند کا اصل مقصد اور موجودہ مدارس دیوبند

دیوبند کا ایک مقصد انتہائی اہم ہے وہ یہ تھا کہ علماء اور عوام الناس کا آپس میں ایک ایسا تعلق ہو کہ مسلمان قوم جو ہر جگہ انگریزوں کے شکوک شبہات اور ظلم و ستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی، ان کو ایک نظریہ دیا گیا کہ وہ آپس میں متحد ہو جائیں۔ دارالعلوم دیوبند کے میام کا مقصد صرف درس و تدریس دینا نہیں تھا بلکہ ایسا مقصد قائم رکھنا مقصود تھا جہاں مسلمانوں کی بچی ہوئی انفرادی صلاحیتوں کو اجتماعی شکل دے دی جائے اور دین کی سربلندی کے لیے کام کیا جائے۔

اگر ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں تو آج ملک بھر میں ہزاروں مدارس درس و تدریس میں مشغول ہیں ان سے فارغ ہونے والے طباء کی تعداد لاکھوں میں ہوتی ہے۔ لیکن اگر ان سے اکابرین کی جدوجہد کے بارے میں پوچھ لیا جائے تو بہت سے طلبات لاعلم ہوتے ہیں کیونکہ ہمارے مدارس کی اکثریت مذہبی اور سیاست کو الگ الگ سمجھتے ہیں۔ اس تصور نے ہمارے معاشرے میں دین و دنیا کی تفریق

[13] : حسین، میاں اصغر، دیوبند: ایک فکری و تاریخی جائزہ، لاہور: مکتبہ مرکز ادب، 2010ء، ص 112

کے تصور کو مزید مستحکم کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں مدارس اور معاشرے کے درمیان وسیع خلیج قائم ہو گئی ہے۔ انہی اکثریت کے بارے میں حضرت شیخ الہند نے فرمایا:

"اسلام صرف عبادات کا قائل نہیں، بلکہ وہ تمام مذہبی تمدنی، اخلاقی، سیاسی، ضرورتوں کے متعلق ایک کامل و مکمل نظام رکھتا ہے۔ جو لوگ زمانہ موجود کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔ وہ اسلام کے پاک و صاف دامن پر بد نما داغ لگاتے ہیں۔ ان کے فرائض صرف نماز، روزہ میں منحصر نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی اسلام کی عزت بر قرار رکھنے اور اسلامی شوکت کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ان کی ہے"۔[14]

مولانا قاسم نانوتوی اور دوسرے اکابرین نے جس تحریک دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی تھی وہ موجودہ دارلعلوم دیوبند کے مدارس میں نظر نہیں آتی۔ غرض ارباب مدارس کو آج اس بات پر سنجیدگی سے غور فکر کی ضرورت ہے کہ آج کے مدارس اس نظریے اور تحریک سے کس قدر دور ہیں۔ یہ بات بھی سوچنے کے قابل ہے کہ مدارس میں دیوبند کی تاریخ، اس کے مقاصد اور ان مقاصد کے حصول کے لئے تحریک دیوبند کے علماء کی شاندار مثال قربانیوں کو اپنے نصاب تعلیم کا حصہ کیوں نہیں بناتے۔

ہمارے مدارس میں منطفق و فلسفہ کی مشہور کتابیں تو پڑھائی جارہی ہیں لیکن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا مدنی یا شیخ الہند کی کتابوں کی واقفیت کیوں نہیں دی جارہی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج بھی ہمارے مدارس کے فاضلین، اکابر کے حقیقی تعارف سے محروم ہو چکے ہیں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی ذمے داری ارباب مدارس سے بڑھ کر وفاق المدارس پر عائد ہوتی ہے۔ ہمارے اکابر نے کبھی بھی دینی و عصری علوم کو الگ الگ ترازو میں نہیں تولا۔ ایک مرتبہ شیخ الہند نے علی گڑھ کے فاضل اور شہرہ آفاق مقرر مولانا محمد علی جوہر مرحوم کو دیوبند آنے کی دعوت دی، اور باوجود وہ کوئی عالم دین اور فقیہ نہیں تھے، اپنی دستار ان کے سر پر رکھ دی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدارس کا نظام تحریک دارالعلوم پر قائم ہے لیکن اپنے اصل مقصد کو بھول گیا ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ مدارسِ اسلامیہ کو محض روایتی درسگاہوں کے بجائے دوبارہ ایک متحرک تحریک میں بدلنے کی ضرورت ہے، جیسا کہ بانیانِ دیوبند کا اصل خواب تھا۔ اگر اجتہادی بصیرت، شاہ ولی اللہی فکر اور شیخ الہند کے جذبۂ حریت کو نصاب اور تربیت سے خارج کر دیا گیا، تو یہ ادارے محض ڈگریاں بانٹنے والے مراکز تو کہلا سکتے ہیں لیکن ملت کی رہنمائی کا حق ادا نہیں کر پائیں گے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ وفاق المدارس اور اربابِ مدارس اپنی ترجیحات پر نظر ثانی کریں اور دینی و عصری علوم کے درمیان حائل مصنوعی خلیج کو پاٹ کر ایسا نظامِ تعلیم وضع کریں جو وقت کے چیلنجز کا مقابلہ کر سکے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ دستارِ فضیلت کا اصل حقدار وہی ہے جو علم کے ساتھ ساتھ ملت کے درد اور اکابرین کی قربانیوں کی سچی تڑپ رکھتا ہو۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنی جڑوں کی طرف لوٹ جائیں، ورنہ تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی کہ ہم نے اتنی عظیم و جلیل تحریک کی امانت کو صرف چند کتابوں کے حافظے تک محدود کر دیا تھا۔

[14] شاہ جہاں پوری، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، ایک سیاسی مطالعہ، کراچی 1988 ص 211

نتائج تحقیق (Research Findings)

- دارالعلوم دیوبند محض ایک علمی ادارہ نہیں بلکہ ایک مکمل تحریک تھی جس نے تعلیم، سیاست اور سماج تینوں شعبوں میں کام کیا۔
- دیوبند ن ایک مزاحمتی تحریک کے طور پر سامنے ائی اور مزاحمت کے تین مراحل واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں عدم تشدد، تعلیمی پردہ اور مسلح جدوجہ یعنی ریشمی رومال کی تحریک وغیرہ۔
- تحریک دیوبند میں فکری تنوع موجود تھا اس لیے علماء کے دو گروہ سامنے آئے، کچھ نے متحدہ ہندوستان کی حمایت کی اور کچھ نے پاکستان کی حمایت کی۔
- موجودہ مدارس کی تعلیمی نصاب میں بانیان کے اصل مقاصد معدوم ہو چکے ہیں یا صرد درس و تدریس تک محدود ہو گئے ہیں۔
- دور حاضر کے مدارس کے نصاب میں نامور شخصیات جیسے شاہ ولی اللہ، مولانا عبید اللہ سندھی، شیخ الہند اور مولانا حسین احمد مدنی کی فکر شامل نہیں کی جاتی۔

سفارشات (Recommendations)

- وفاق المدارس کے نصابِ تعلیم میں دیوبند کی تاریخ، مقاصد اور کردار کو شامل کیا جائے۔
- شاہ ولی اللہ، عبید اللہ سندھی، شیخ الہند اور مولانا حسین احمد مدنی کے تعلیمی نظریات کو نصاب میں شامل کیا جائے۔
- دینی اور عصری علوم کے درمیان خلیج کو کم کیا جائے۔
- مدارس کے فاضلین کو اکابرین کے حقیقی تعارف سے روشناس کرایا جائے۔
- برصغیر کے نو آبادیاتی نظام میں مدارس کے مزاحمتی کردار کو اجاگر کیا جائے۔